نظرات

۱۹۹۱ء کے وسط مدتی انتخابات بھی ہو گئے ہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں پارلیمنٹ میں مختلف جماعتوں کی جو پوزیشن سامنے آئی ہے اس کے مطابق کانگریس پارٹی نشستوں کے لحاظ سے سب سے بڑی پارٹی ہے۔ اس کو پارلیمنٹ میں دو سو چالیس کے قریب نشستیں حاصل ہوئی ہیں۔ اس کے بعد جو دوسری بڑی پارٹی ابھر کر سامنے آئی ہے وہ بھارتیہ جنتا پارٹی ہے۔ اس کے ممبران کی تعداد ایک سو ستائیس کے قریب ہے۔ جنتا دل، کمیونسٹ، مارکسوادی کمیونسٹ، تیلگو دیشم، سماج وادی جنتا دل اور دیگر آزاد ممبران کی تعداد کانگریس اور بھارتیہ جنتا پارٹی سے بہت کم ہے۔

چالیس سال کی محنت، جدوجہد، تگ و دو اور ہر طرح کے پاپڑ بیلنے کے بعد ۱۹۹۱ء میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو آخر اپنے مقصد میں اس حد تک تو کامیابی نصیب ہو ہی گئی کہ وہ پارلیمنٹ میں واحد اپوزیشن پارٹی کی صورت میں اپوزیشن کو ملنے والی تمام سہولیات کی حقدار ہو گی۔ اپوزیشن لیڈر کو کابینی وزیر کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کے پارلیمنٹری لیڈر کو بھی وہی درجہ حاصل ہوگا۔

بھارتیہ جنتا پارٹی نے انتخابات کے دوران میں مذہبی نعروں کا جس طرح استعمال کیا اور سیکولرزم کے بارے میں اپنے خیالات کو جس طرح ظاہر کیا اس سے

کمشنر کو آگاہ بھی کر رہے تھے مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بھارتیہ جنتا پارٹی اپنا پورا زور مذہبی نعروں کے ساتھ الیکشن لڑنے اور جیتنے میں لگا رہی ہے۔ اس نے اس کی ذرا بھی پرواہ نہ کی کہ اس کے مذہبی نعروں کو الیکشن میں استعمال کرنے کے خلاف کون کیا کچھ کہہ رہا ہے۔

۱۹۹۱ء کے وسط مدتی انتخاب کا اور اس سے پہلے ۱۹۸۴ء و ۱۹۸۹ء کے عام انتخابات کا اگر ہم تجزیہ کریں تو ہمیں ملک و قوم کے مفاد کے نظریہ کے تحت افسوس و تاسف اور مایوسی ہی ہاتھ لگے گی۔

ان تینوں الیکشنوں میں کہیں بھی سیکولرزم یا سوشلزم کی فتح یابی نہیں ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں شریمتی اندرا گاندھی کے قتل سے کانگریس کے لئے عوام میں ہمدردی پیدا ہوئی جس کے نتیجہ میں شری راجیو گاندھی کی قیادت میں کانگریس پارٹی کو پنڈت جواہر لال نہرو کے زمانے سے بھی زیادہ پارلیمنٹ میں نشستیں دستیاب ہوئیں۔ اور ۱۹۸۹ء میں کانگریس کے خلاف غصّہ نے مرکزی حکومت سے کانگریس کو بے دخل کر دیا۔ اور ۱۹۹۱ء نے ایک عجیب و غریب منظر ہی پیش کیا۔ کانگریس کے خلاف ایک طرف جنتا دل، کمیونسٹ اور مارکسوادی کمیونسٹ تھے تو دوسری طرف بھارتیہ جنتا پارٹی کا جذبات انگیز مذہبی محاذ تھا۔

اس سارے چکر میں بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنے آپ کو جس طرح سنبھالا وہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک انہونی کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ مرکز میں تو بھارتیہ جنتا پارٹی حکومت بنانے سے کسی طرح رہ ہی گئی ہے۔ لیکن ہندوستان کے سب سے بڑے صوبہ یوپی میں اس کی حکومت کی تشکیل ہو گئی ہے۔ اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ بہت بڑی بات ہے۔ ملک کے سیکولرازم کے جاں نثاروں کے لئے سخت تشویش کی بات بھی ہے۔ جو پارٹی ۱۹۸۴ء میں صرف ۲ نشستیں ہی پارلیمنٹ کی حاصل کر پائی تھی وہ ۱۹۸۹ء میں ۸۶ اور ۱۹۹۱ء میں ایک سو تئیس حاصل کر گئی۔ اس سے بڑھ کر اس کے لئے کامیابی کی رفتار اور کیا ہو سکتی ہے مستقبل میں

پارٹی سے بھی زیادہ نشستیں حاصل کرلے اور تمام سیکولر پارٹیاں [illegible]
[illegible] اقتدار [illegible] ایسا ہی حقیقت [illegible] ہو۔
ہمارے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ تمام سیکولر نظریات کے حامل اصحاب اور
جماعتیں اس حقیقت کو باور کرلیں کہ ہندوستان کے سیکولرزم کی بقاء و حفاظت
کے لئے انہیں اپنے تمام اختلافات کو مٹا کر کوئی متحدہ پلیٹ فارم بنا لینا چاہئے۔
بھارتیہ جنتا پارٹی ابھی جگہ بنا چکی ہے۔ اور جتنی جگہ اس نے بنالی ہے اس کا منصوبہ
اس سے بڑی جگہ بنانے کا ہے۔ اس کے اس منصوبہ کو کس طرح ناکام بنایا جائے اس
کی زبردست ضرورت ہے۔ اب سیکولر نظریات کی حامل جماعتوں کے لئے ضروری ہے
کہ انہیں ذاتی و سیاسی اختلافات فی الفور ختم کر دینے چاہئیں اور خطرہ کا مقابلہ
وہ جب ہی کرسکتے ہیں کہ جب وہ متحد ہوں گے۔ ان کا الگ الگ رہنا ہی بھارتیہ
جنتا پارٹی کی تقویت کا باعث ہے۔

اگر خدانخواستہ بھارتیہ جنتا پارٹی نے اپنے الیکشن مینی فسٹو کے مطابق
عمل درآمد شروع کیا تو ملک میں زبردست انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بابری
مسجد، رام جنم بھومی کے سلسلے میں اس نے اپنے جس عزم کا اظہار کیا ہے وہ ملک کی
فلاح کے لئے نیک شگون قطعاً نہیں ہے۔

شکر ہے خدا کا کہ مرکز میں اقتدار کانگریس پارٹی کے ہاتھ میں ہے اس لئے
کانگریس کی ذمہ داری ہے کہ وہ سیکولر قدروں کی نگہداشت کرے۔ اگر یوپی
میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت نے کوئی اینٹی سیکولر حرکت کی تو مرکز کو اپنی
پوری طاقت سے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ ہونا ہے۔ یہ وقت کانگریس
کے امتحان کا ہے، کانگریس کے سیکولرزم کے دعویٰ کی حقیقت کو پرکھنے کا ہے
ہمیں امید ہے کہ کانگریس اپنے اس امتحان میں کامیاب ہوگی کیونکہ اسی میں ملک و
قوم کی فلاح و بہبود ہے [illegible] گاندھی، نہرو، مولانا آزاد [illegible]

ہزاروں جنگ آزادی کے شہیدوں و مجاہدوں کی وارث کانگریس کی سب سے کڑی آزمائش کا یہ دور ہے۔ اور ہر محب وطن ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ اس مشکل گھڑی میں ملک و قوم کے مفاد کے خاطر اتحاد و اتفاق کے ساتھ ملک و قوم کی تعمیر و ترقی میں کوشاں رہے۔!

بہرحال یہ وقت ہے اور صحیح وقت ہے کہ کانگریس سیکولرزم کے اصولوں پر ایمانداری کے ساتھ عمل کرے۔ کانگریس کے لئے، ملک کے لئے اور ملک کے عوام کی بھلائی کے لئے کانگریس کو ہر قیمت پر پوری پوری ایمانداری کے ساتھ... سیکولرزم کے اصولوں پر عمل کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ.....!

گذارش

جوابی امور و خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنا خریداری نمبر حوالہ دینا نہ بھولیں خریداری یاد نہ ہونے کی صورت میں کم از کم جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے۔ اس کی وضاحت ضرور فرمائیں۔

چیک سے رقم نہ روانہ کریں صرف ڈرافٹ سے روانہ کریں اور اس نام سے بنائیں۔ "برہان دہلی" "BURHAN DELHI"

پتہ۔ ماہنامہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں؟

علمی و قلمی جہاد کی اہمیت

مولانا محمد شہاب الدین ندوی۔ ناظم فرقانیہ اکیڈمی بنگلور ۵

(۲)

ظاہر ہے کہ جہاد کا قتالی (جنگی) مفہوم لے کر ہم موجودہ دور میں اس میدان میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ فوجی و عسکری اور سیاسی میدان میں آج ہم پوری طرح مغلوب بلکہ شکست خوردہ قوموں کے مقام پر کھڑے ہوگئے ہیں۔ لہٰذا جہاد کا دوسرا مفہوم (جو دراصل جہاد کی تعریف اور اُس کے مقصد کے لحاظ سے اول نمبر پر آتا ہے) اختیار کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اور اسی میں آج نہ صرف ہماری سلامتی بلکہ پوری انسانی دنیا کی سلامتی ہے۔ کیونکہ موجودہ دور" بین الاقوامی تعلقات" "حقوقِ انسانی" اور" فکر و نظر کی آزادی" کا دور ہے۔ اور پوری دنیا سمٹ کر ایک شہر اور ایک قبیلے کی طرح ہوگئی ہے۔ لہٰذا ان تمام اعتبارات سے موجودہ دور میں" قتالی جہاد" ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس قسم کا اقدام مسلمانوں کی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اس طرح اب جہاد کی واحد شکل" علمی جہاد" کی باقی رہ جاتی ہے، جس کو ہر دور، ہر ملک، ہر وقت اور ہر حال میں جاری رکھا جاسکتا ہے۔ اور یہی چیز جہاد کی اصل رُوح اور اس کی اسپرٹ ہے۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں اسی قسم کے جہاد کا مظاہرہ " پُرامن طریقے سے" کیا تھا، جو ہمارے لئے ایک مثال اور نمونہ ہے کہ ہم مغلوب ہونے کی صورت میں یہی طریقہ اپنائیں۔

اب اس کے برعکس اگر معترض کو" قتالی جہاد" ہی پر اصرار ہے تو پھر اُن کے لئے خاموش ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اُنہیں قرآن اور حدیث کے حکم کے مطابق فوراً جہادِ عسکری کا بازار گرم کرنا چاہئے۔ ورنہ وہ خُدا کی نافرمانی کے مرتکب ہوں گے۔ نیز اس سلسلے میں اُن پر یہ بھی لازم ہوگا کہ وہ موجودہ دور میں بھی جہاد یا تو" ہاتھ سے کریں یا زیادہ سے زیادہ" تلوار" سے۔ جدید ہتھیاروں کو وہ ہاتھ تک نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ اُن کی نظر میں کسی" علّتِ مشترکہ" کی بنا پر قیاس کرنا اور کسی منصوص حکم سے کسی غیر منصوص حکم پر استدلال کرنا جائز

کے مطابق جنگ صرف ہاتھ یا تلوار ہی سے کرنی پڑے گی اور جدید ہتھیاروں کا استعمال ان کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ (کیونکہ علمی جہاد کو لسانی جہاد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان دونوں میں "اعلائے کلمۃ اللہ" کو مشترکہ علت قرار دینے سے معترض کی نظر میں شریعت پر قیامت آ جاتی ہے)

بہرحال اب خود اُن کے فتوے کے مطابق ضروری ہے کہ وہ ہاتھ میں تلوار لے کر نکلیں اور لوگوں کو اس کے زور پر کلمہ پڑھوائیں۔ اگر ساری دنیا کے "کفار" کو نہ سہی صرف لکھنؤ ہی کے کافروں کو وہ اس طرح کلمہ پڑھوا دیں تو واقعی اُن کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ مگر اس موقع پر یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو صرف اصطلاحی کافروں ہی کو قتل کرنا پڑے گا۔ کسی مُلحد یا بے دین کو آپ ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ وہ اصطلاحاً "کُفار" کی تعریف میں آتے ہی نہیں۔ اور چونکہ آپ کے نزدیک قیاس ناجائز ہے، لہٰذا آپ جدید قسم کے "منکرینِ خُدا" کو کفار پر قیاس نہیں کر سکتے: ورنہ اس سے خود آپ ہی کے نقطۂ نظر سے "خرقِ اجماع" لازم آئے گا۔ کیونکہ تمام مفسرین، محدثین، فقہاء اور قدیم علماء نے کفار کا جو اصطلاحی مفہوم مراد لیا ہے وہ وہی ہو سکتا ہے جو دورِ رسالت میں تھا۔ یعنی مشرکین جو "کئی خُداؤں" کے قائل تھے۔ مگر جدید ملحدین چونکہ سرے سے خُدا کے قائل ہی نہیں ہیں، لہٰذا آپ کے نقطۂ نظر سے کسی مُلحد کو قتل کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ اب آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

مگر یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ معترض اس قسم کا جہاد تو ہرگز نہیں کر سکتے اور نہ اس کا ارادہ ہی کر سکتے ہیں۔ ورنہ اُن کا جو حشر ہوگا وہ سامنے کی بات ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اب جہاد کی جو دوسری شکل باقی رہ گئی ہے وہ بھی معطل و منسوخ ہو جائے۔ یعنی "نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری"!

قارئینِ کرام! آپ جانتے ہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد (چاہے

نمبر۱ چنانچہ معترض نے ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے ایک درست قیاسی استدلال پر خواہ مخواہ تنقید کرتے ہوئے اسے "شریعت پر قیامت ڈھانے والی بات" قرار دیا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث اگلے باب میں آ رہی ہے۔ اور اس بحث کا